میگزین ۱۰ فروری ۲۰۰۷ء)

علماء نجوم ستاروں کی تاثیرات کے قائل ہیں بروج کی تاثیرات کے قائل نہیں جو ستارے، سیارے ہیں وہ یہ ہیں قمر، زحل، عطارد، شمس، مشتری، مریخ اور زہرہ ان کے نزدیک سات آسمانوں میں سے ہر آسمان میں ایک سیارہ ہے، آٹھویں آسمان میں ثوابت ہیں، یہ وہ ستارے ہیں جو حرکت نہیں کرتے۔ ان ستاروں کے اجتماع سے مختلف شکلیں بن جاتی ہیں مثلاً ترازو یا شیر کی شکلیں۔ یہ شکلیں دوربین آسمان میں رصدگاہوں کے اندر نظر آتی ہیں۔ اگر شیر کی شکل بن جائے تو اس کو برج اسد اور ترازو کی شکل بن جائے تو اس کو برج میزان اور بچھو کی شکل بن جائے تو اس کو برج عقرب کہتے ہیں۔ علی ھذا القیاس، ان بروج کو سیاروں کی منزل بھی کہتے ہیں، علماء نجوم ان سیارگان کی تاثیرات کے قائل ہیں۔ بروج کی تاثیرات کے قائل نہیں ہیں، اور یہ "ہفتہ کیسا رہے گا" کے تحت لکھنے والوں نے اپنی کم علمی یا بے علمی سے یہ سمجھ لیا ہے کہ بروج کی تاثیرات ہوتی ہیں۔ انہوں نے کسی لغت میں بروج کے نام پڑھ لئے اور اپنی طرف سے مختلف فرضی باتیں گھڑ کر ہر برج کی طرف ہفتہ کے لئے تاثیرات منسوب کردیں۔ ان کی یہ تمام پیش گوئیاں اور غیب کے دعوے جھوٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ غیب کا علم وحی کے ذریعے انبیاء علیہم السلام کو عطا فرماتا ہے اور غیب کی صداقت قطعی ہے اور الہام کے ذریعہ اولیاء کاملین کو غیب کا علم عطا فرماتا ہے اور اس کی صداقت ظنی ہے اور اسی نوع سے فراست کا علم ہے۔ بروج اور سیاروں کے ذریعے علم غیب اور مستقبل کی باتوں کے حصول کا کتاب وسنت میں ثبوت نہیں ہے بلکہ احادیث میں ستاروں کو موثر ماننے سے منع فرمایا ہے اور اس کو کفر قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

ان اللہ عندہ علم الساعۃ ج وینزل الغیث ج ویعلم ما فی الارحام ط وما تدری نفس ما ذا تکسب غدا ط وما تدری نفس بای ارض تموت ط ان اللہ علیم خبیر ۔ (لقمان: ۳۴)

بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہی بارش نازل فرماتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس جگہ مرے گا۔

بے شک اللہ ہی تمام باتوں کو جاننے والا ہے اور تمام چیزوں کی خبر رکھنے والا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ علماء نجوم سے مستقبل کی باتوں اور غیب کو معلوم کرنا جائز نہیں اور جو شخص غیب کی باتیں بتائے اور غیب جاننے کا مدعی ہو اس کی تصدیق کفر ہے۔

مسلمانوں پر مجوسی اثرات کے کچھ شواہد

محمد عثمان قریشی (بی اے، بی ایڈ۔ بمبئی، انڈیا)

اس مضمون میں ہم ان چند اصطلاحی الفاظ پر گفتگو کریں گے جو برصغیر کے مسلمانوں کی زبان پر اس لئے رواں رہتے ہیں کہ انہیں اسلام کی عطا سمجھتے ہیں حالانکہ یہ سب گمراہی کی دین ہیں۔

خدا:

خدا فارسی زبان کا لفظ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس لفظ کے معنی خود سے آنے والے کے ہیں یعنی خود سے پیدا ہونے والا۔ اگر لفظ خدا کے یہی معنی ہیں تو احتمال اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پہلے کبھی خدا نہیں تھا پھر بعد میں کسی غیر کے تعاون کے بغیر خود بخود وجود میں آ گیا۔ مجوسیوں نے اپنے معبود کے لئے یہ لفظ ایجاد کیا جو ان کے اپنے عقیدے کے مطابق ہوگا۔ ویسے ان کے یہاں دو خدا تسلیم کئے جاتے ہیں ایک اچھائی کا خدا اور دوسرا برائی کا خدا۔ اچھائی کے خدا کا نام یزداں ہے اور برائی کے خدا کا نام اہرمن ہے یعنی یزداں اچھائی کا خالق ہے اور اپنی بادشاہت میں سب سے بڑا ہے اور اہرمن برائیوں کا خالق ہے وہ بھی اپنی بادشاہت میں سب سے بڑا ہے۔ یہ دونوں خدا ایک دوسرے کے مخالف ہیں مگر نہ یزداں اہرمن کے کاموں میں مخل ہو سکتا ہے اور نہ اہرمن یزداں کے کاموں کو روک سکتا ہے گویا یہ دونوں خدا ایک خاص صورت میں معذور ہیں اس لئے ایک دوسرے کو زیر نہیں کر سکتے۔

مجوسی کسی ایک خاص فن میں سب سے بڑے شخص کو بھی خدا کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان سے متاثر ہو کر کچھ لوگ مرثیہ گو شاعر میر انیس کو خدائے سخن کہنے لگے۔ یعنی میر انیس دنیائے کلام کے خدا تھے۔ پاکستان قومی اسمبلی کے ایک صاحب کا نام خدائے نور ہے۔ اگر میر انیس کو خدائے سخن کہا جا سکتا ہے تو ڈان بریڈ مین کو خدائے کرکٹ، پیلے کو خدائے فٹبال، جان شیر خان کو خدائے اسکواش، بڑے غلام علی خان کو

خدائے گانیکی، مائیکل انجلو کو خدائے بت تراشی اور ڈیموس تھینیس کو خدائے خطاب اور تیمور لنگ کو خدائے فتح اور دھیان چند کو خدائے ہاکی کیوں نہیں کہا جاسکتا۔ معلوم یہ ہوا کہ لفظ خدا کسی ایک خاص صورت میں انسان کے لئے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔

مجوسیوں نے اپنے معبود کا نام خدا رکھا اس پر کسی کو کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔ اعتراض تو مسلمانوں پر وارد ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی اپنے معبود کا نام خدا پسند کرلیا جبکہ قرآن کا صاف صاف اعلان ہے کہ مومنین کے معبود کا نام اللہ ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے لفظ خدا کو دل وجان سے اللہ کا متبادل مان لیا وہ بتائیں کہ انہیں ایسا کرنے کا حق کہاں سے حاصل ہوا۔ اس لفظ کے معنی میں جو شرک کے پہلو ہیں وہ عیاں وبیاں ہیں لہٰذا لفظ اللہ کی جگہ لفظ خدا کا استعمال انتہائی غلط بات ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے اللہ کی جگہ بھگوان ایشور گاڈ یا کسی دیگر زبان میں معبود کے لئے استعمال ہونے والا لفظ۔ پس اللہ کی جگہ ان الفاظ کے استعمال میں جو قباحت ہے وہی قباحت لفظ خدا کے استعمال میں ہے اس لئے ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ معبود کے لئے صرف اللہ استعمال کرے۔

اللہ:

لفظ اللہ دو الفاظ کا مرکب ہے ایک ال اور دوسرا الہ۔ الہ کے معنی معبود ہیں یعنی عبادت کا مستحق اور ال نے الہ کے لئے عبادت کو مخصوص کردیا اس طرح اللہ کے معنی "حقیقی معبود" ہوئے۔ لفظ اللہ چار حرفی ہے ال ل ہ یعنی ایک الف دو لام اور ایک ہ۔ جہاں تک ہم نے معلومات حاصل کیں ہمیں معلوم ہوا کہ دنیا کی تمام زبانوں اور بولیوں میں ال ہ کی آوازیں موجود ہیں یعنی کوئی زبان یا بولی ان آوازوں سے خالی نہیں گویا کائنات کے خالق ومالک نے اپنے نام کے لئے ایسے لفظ کا انتخاب کیا جس کے تلفظ کی ادائیگی ہر انسان کے لئے آسان ہے۔ اس کے برخلاف خدا اور بھگوان کا تلفظ کچھ یورپی لوگوں کے لئے ممکن نہیں اسی طرح گاڈ God اور بھگوان کے تلفظ کی ادائیگی عربوں اور متعدد دیگر زبانوں کے بولنے والوں کے لیئے محال ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ انسان کا بچہ جب بولنے کی ابتداء کرتا ہے اس وقت اسے جو آسان الفاظ سکھائے جاتے ہیں ان میں لفظ اللہ شامل کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا دیکھا یہ گیا ہے کہ اس عمر کے بچے لفظ اللہ آسانی سے ادا کرلیتے ہیں۔

ہم نے متعدد ایسے لوگ دیکھے ہیں جو ٹھیک طرح سے بول نہیں سکتے ان کی زبان سے ادا ہونے والی بہت سی آوازیں ناقابل فہم ہوتی ہیں لیکن ہم نے دیکھا کہ زبان کی ٹھیک طرح سے ادائیگی سے

معذور لوگ بھی لفظ اللہ کے تلفظ کی ادائیگی نہایت آسانی سے کرلیتے ہیں۔ یہ وہ حقائق ہیں جن کا کہیں بھی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ اس بحث سے یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ لفظ اللہ نہایت بامعنی ہے اور تلفظ کی ادائیگی کے لحاظ سے تمام انسانوں کے لئے آسان بنادیا گیا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ کائنات کے خالق ومالک نے لفظ اللہ کو اس قدر بامعنی اور اس کے تلفظ کو اس قدر آسان کیوں بنادیا۔ بامعنی تو اس لئے بنایا تاکہ اس لفظ سے اس کی عظمت کا پوری طرح اظہار ہوجائے۔ حقیقت یہ ہے کہ لفظ خدا کی طرح کوئی دیگر لفظ بھی اس کی شایان شان نہیں اور آسان اس لئے بنایا تاکہ سارے انسان اس کے تلفظ کی ادائیگی باآسانی کرلیں ایسی صورت میں بروز حساب کسی کے لئے یہ کہنے کا جواز باقی نہیں رہتا کہ وہ اپنے لسانی نقص کے سبب اس کا نام لینے سے قاصر رہا۔

لفظ اللہ کے ان تمام مضمرات پر غور کرنے کے بعد ان لوگوں پر حیرت ہے جو مسلمان بھی ہیں اور مترجم ومفسر قرآن بھی اس کے باوجود قرآن کے اردو تراجم میں اللہ اور الہ کی جگہ بلا تکلف خدا لکھتے چلے گئے۔ پھر اللہ تو اسم علم ہے اس کا ترجمہ کرنے کا کسی کو کیا حق ہے۔ جو شخص مسلمان ہے اور قرآن کو کلام الٰہی سمجھتا ہے اسے یہ حق کہاں سے حاصل ہوگیا کہ وہ قرآن کا ترجمہ کرتے ہوئے قرآن کے مصنف کے نام کا بھی ترجمہ کرڈالے۔ اللہ کو خدا کہنے والے اس وقت کے لئے تیار رہیں جب اللہ ان سے پوچھے گا کہ میں نے تمہیں اپنا نام اللہ بتایا تھا تم نے میرا نام تبدیل کیوں کیا۔

کیا دنیا میں کبھی ایسا ہوا ہے کہ کسی شخص کو اس کے نام کے ترجمہ سے مخاطب کیا گیا ہو یا اس کے تذکرے میں اس کے نام کے بجائے اس کے نام کا ترجمہ یا متبادل استعمال کیا گیا ہو۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ناصر نام کے کسی معمر شخص کو مددگار بھائی کہہ کر پکارا جاسکے یا قمر النساء نام کی کسی خاتون کو عورتوں کا چاند کہہ کر مخاطب کرلیا جائے۔ اگر اس طرح کی کوئی حرکت کی جائے تو لوگ اسے دیوانگی قرار دیدیں گے۔ جب عام لوگوں کو ان کے نام کے ترجمہ سے مخاطب کرنا دیوانگی ہے تو پھر کائنات کے خالق ومالک کو اس کے نام کے ترجمے سے مخاطب کرنا کس درجہ کی دیوانگی ہوگی اس کا تصور بھی محال ہے۔ لطف کی بات یہ کہ اس درجہ کا غلط کام کرکے کسی کو پچھتاوا نہیں بلکہ غلطی کرنے والا ہر شخص یوں مطمئن ہے کہ گویا اس نے خدا کو اللہ تعالیٰ کے متبادل کی حیثیت سے استعمال کرکے کوئی نیک کام کیا ہے۔

اس غلط کام کا احساس نہ علامہ شبلی نعمانی کو تھا نہ علامہ سید سلیمان ندوی کو اگرچہ دونوں حضرات علامہ تھے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اس احساس کا فقدان سید ابوالاعلیٰ مودودی اور جناب امین احسن اصلاحی میں بھی تھا حالانکہ دونوں مفسر قرآن ہیں ان دونوں حضرات نے اپنی تفسیر میں بلا تکلف اللہ کا ترجمہ خدا کر

ڈالا۔ علامہ شبلی علامہ سید سلیمان ندوی اور سید مودودی کی اس غلطی پر ہمیں زیادہ دکھ نہیں کیونکہ ان تینوں حضرات کے یہاں اس طرح کی غلطیاں سمجھ میں آتی ہیں مگر محترم امین احسن اصلاحی جیسے عظیم مفسر قرآن کے یہاں ایسی غلطیاں دیکھ کر بڑا ملال ہوتا ہے۔ ان کی تفسیر میں یہ غلطیاں حیرت انگیز ہیں۔

قرآن کا ارشاد ملاحظہ ہو:

کائنات کی کوئی شے اس کے مشابہ نہیں۔ (الشوریٰ آیت ۱۱)

قرآن کے مطابق ذات وصفات اختیار وحقوق کے لحاظ سے کائنات کی کوئی شے اللہ کے مشابہ نہیں چنانچہ عقل کا تقاضہ ہے کہ ایسی عظیم ہستی کا نام اس کے شایان شان ہونا چاہیے۔ اور یہ شان لفظ اللہ میں بدرجہ اولیٰ موجود ہے لہٰذا کائنات کے خالق ومالک کی عظمت کے پیش نظر اسے اللہ ہی کے نام سے یاد کرنا چاہیے اس کے لیے خدا جیسے ناقص لفظ کا استعمال ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔

آیات قرآنی کے ناقص ترجمے:

ہم تفہیم القرآن اور تدبر قرآن سے کچھ ایسے ترجمے پیش کر رہے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ سید مودودی اور جناب امین احسن اصلاحی نے متعدد جگہ اللہ اور الٰہ کے ترجمے خدا کئے ہیں۔

۱۔ جو کچھ حلال وطیب رزق اللہ نے تمہیں دیا ہے اسے کھاؤ پیو اور اس خدا کی نافرمانی سے بچتے رہو جس پر تم ایمان لائے ہو۔ سورہ المائدہ آیت ۸۸

اس آیت میں علامہ مودودی نے ایک جگہ اللہ کے بجائے خدا لکھدیا۔ اللہ کی نافرمانی کے بجائے خدا کی نافرمانی لکھا گیا ہے۔ یعنی اس آیت میں انہوں نے ایک جگہ لفظ اللہ کو ہٹا کر خدا رکھدیا۔

۲۔ وہاں ان کی صدا یہ ہوگی کہ پاک ہے تو اے خدا ان کی دعا یہ ہوگی کہ سلامتی ہو اور ان کی ہر بات کا خاتمہ اس پر ہوگا کہ ساری تعریف اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔ سورہ یونس آیت ۱۰

اس آیت میں علامہ مودودی نے ترجمہ کیا "پاک ہے تو اے خدا" جبکہ صحیح ترجمہ یہ ہے پاک ہے تو اے اللہ یعنی اس آیت میں دو جگہ اللہ کا لفظ آیا ہے مگر موصوف نے ایک جگہ قائم رکھا اور دوسری جگہ اللہ کی جگہ خدا رکھدیا۔

۳۔ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی خدا نہیں لہٰذا ایمان لانے والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ التغابن آیت ۱۳

یہاں سید مودودی نے الٰہ کا ترجمہ خدا کردیا جبکہ الٰہ کا ترجمہ معبود ہونا چاہیے۔

۴۔ اور کہو تعریف ہے اس خدا کے لئے جس نے نہ کسی کو بیٹا بنایا نہ کوئی بادشاہی میں اس کا شریک ہے اور نہ وہ عاجز ہے کہ کوئی اس کا پشتیبان ہو اور اس کی بڑائی بیان کرو کمال درجے کی بڑائی۔ بنی اسرائیل آیت ۱۱۱

یہاں بھی علامہ مودودی نے اللہ کا ترجمہ کر کے خدا لکھدیا۔ صحیح ترجمہ اس طرح ہوگا اور کہو تمام تعریف ہے اس اللہ کے لئے۔۔۔۔۔

۵۔ وہ اللہ ہے اس کے سوا کوئی خدا نہیں اس کے لئے بہترین نام ہیں۔ سورہ طٰہٰ آیت ۸

اس آیت میں الٰہ کا ترجمہ خدا کردیا گیا جبکہ الٰہ کا ترجمہ معبود ہونا چاہیے۔ اس آیت میں یہ ہدایت دی گئی ہے کہ اللہ کے لئے بہترین نام استعمال کئے جانے چاہیے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا خدا بہترین ناموں میں سے ہے؟

۶۔ تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے اس رحمان اور رحیم کے سوا کوئی اور خدا نہیں۔ البقرہ آیت ۱۶۳

اس آیت میں تین جگہ الٰہ آیا ہے اور علامہ مودودی نے تینوں جگہ الٰہ کا ترجمہ خدا کردیا جبکہ معبود ہونا چاہیے۔

۷۔ اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ گھڑے۔ ایسے لوگ اپنے رب کے حضور پیش ہوں گے اور گواہ شہادت دیں گے کہ یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ گھڑا تھا۔ سنو خدا کی لعنت ہے ان ظالموں پر جو خدا کے راستے سے لوگوں کو روکتے ہیں اس کے راستے کو ٹیڑھا کرنا چاہتے ہیں اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔ ہود آیات ۱۸۔۱۹

اللہ کی لعنت ہے لکھنے کے بجائے خدا کی لعنت ہے لکھدیا۔ اسی طرح اللہ کے راستے سے لکھنے کے بجائے خدا کے راستے سے لکھدیا گیا۔

۸۔ اللہ وہ زندہ جاوید ہستی ہے جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ البقرہ آیت ۲۵۵ ابتدائی حصہ۔ یہاں "اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں" ہونا چاہیے مگر علامہ مودودی نے لائق عبادت کی جگہ لفظ خدا رکھدیا۔ علامہ مودودی کی تفسیر تفہیم القرآن سے چند نمونے ہم نے پیش کردیئے اگر شمار کیا جائے تو تفہیم القرآن میں سینکڑوں جگہ اللہ اور الٰہ کا ترجمہ خدا مل جائے گا۔

علامہ مودودی کی لاپروائی دیکھ لینے کے بعد اب ذرا محترم امین احسن اصلاحی صاحب کی تفسیر تدبر قرآن بھی دیکھئے۔

۱۔ اور تم پورا پورا عدل تو بیویوں کے درمیان کر ہی نہیں سکتے اگرچہ تم اس کو چاہو بھی تو یہ تو نہ ہو کہ بالکل ایک ہی طرف جھک پڑو کہ دوسری کو بالکل معلق بنا کر رکھ دو اور اگر تم اصلاح کرتے رہو گے اور خدا سے

ڈرتے رہو گے تو خدا بخشنے والا اور مہربان ہے۔ تدبر قرآن، النساء آیت ۱۲۹

اس آیت میں اگرچہ اللہ ایک ہی جگہ آیا ہے لیکن اصلاحی صاحب نے دو جگہ خدا لکھ دیا ایک جگہ تو اللہ کا ترجمہ کر کے خدا لکھا گیا اور دوسری جگہ مفہوم کو واضح کرنے کی غرض سے خدا لکھا گیا۔

انہوں نے ترجمہ کیا "اور خدا سے ڈرتے رہو گے تو خدا بخشنے والا مہربان ہے" جبکہ اس طرح ترجمہ ہونا چاہیے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو گے تو وہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس سے ڈرتے رہو گے تو اس کا جواب ظاہر ہے کہ یہی ہوگا کہ اللہ سے ڈرتے رہو گے ایسی صورت میں ترجمہ میں دو مرتبہ اللہ لکھا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔

یہاں علامہ مودودی نے صحیح طرز عمل اختیار کیا۔ ان کا ترجمہ ہے:

اگر تم اپنا طرز عمل درست رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو اللہ چشم پوشی کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

۲۔ اے ایمان والو ان پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ ٹھہراؤ جو خدا نے تمہارے لئے جائز کی ہیں اور نہ حدود سے تجاوز کرو اللہ حدود سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ خدا نے تمہیں جو حلال وطیب چیزیں بخشی ہیں ان کو برتو اور اس سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان لائے ہو۔ تدبر قرآن سورہ المائدہ آیات ۸۷-۸۸

ان آیات میں لفظ اللہ تین جگہ آیا ہے اصلاحی صاحب نے دو جگہ اللہ کا ترجمہ خدا کر دیا اور ایک جگہ لفظ اللہ کو قائم رکھا۔ قرآن کہتا ہے کہ تمہارے لئے اللہ نے جو چیزیں جائز کی ہیں مگر اصلاحی صاحب کہتے ہیں خدا نے جائز کی ہیں اسی طرح قرآن کہتا ہے اللہ نے تمہیں جو حلال وطیب چیزیں بخشی ہیں اور اصلاحی صاحب کہتے ہیں خدا نے حلال وطیب چیزیں بخشی ہیں۔ اللہ ہی بہتر جانے کہ اصلاحی صاحب کو آخر کیا ضرورت آن پڑی تھی کہ انہوں نے اس آیت میں دو جگہ لفظ اللہ کا ترجمہ کر ڈالا۔ ایسا نہیں ہے کہ تفسیر تدبر قرآن میں صرف دو جگہ ہی اس طرح کی غلطی سرزد ہوئی ان کے علاوہ بھی کئی جگہ ایسی غلطیاں ہوئی ہیں ہاں البتہ یہ ضرور ہے کہ علامہ مودودی کے مقابلہ میں محترم اصلاحی صاحب سے یہ غلطیاں بہت کم ہوئی ہیں۔ علامہ مودودی نے تو آنکھیں بند کر کے اللہ اور الٰہ کو خدا میں تبدیل کر دیا۔

کائنات کے خالق و مالک کے اسم کے ساتھ مجوسیوں نے جو غلط طرز عمل اختیار کیا اور اس طرز عمل کو مسلمانوں میں مقبول بنانے کی جو کوشش کی گئی اس کی کامیابی کا یہ عالم ہے کہ امین احسن اصلاحی جیسا عظیم مفکر قرآن بھی مجوسی تحریک کا شکار ہو کر خالق کائنات کے اسم ذات کے ترجمہ پر آمادہ ہو گیا۔ اس تعلق سے ہم عظیم نومسلم محمد مارماڈیوک کی عظمت کو سلام کرتے ہیں کہ انہوں نے قرآن کے انگلش ترجمہ میں سے کسی ایک جگہ بھی اللہ کا انگلش میں ترجمہ گاڈ (God) نہیں کیا۔ البتہ انہوں نے الٰہ کا ترجمہ گاڈ God

کیا ہے۔ مثلاً سورہ طٰہٰ آیت ۸ اور ۱۳۔ البقرہ آیت ۲۵۵ سورہ الناس آیت ۳۔ الٰہ کا ترجمہ God کر کے مرحوم پکھتال نے غلطی کی بہتر بات یہ ہوتی کہ الٰہ کا انگریزی ترجمہ Worthy of Worship کیا جاتا۔

دراصل مارماڈیوک پکھتال پر مجوسی اثرات نہیں تھے انہوں نے قرآن سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا تھا جبکہ علامہ مودودی اور علامہ اصلاحی کو اپنے والدین رشتے دار اور معاشرے سے اسلام حاصل ہوا اور ان تمام ذرائع پر مجوسی اثرات کے سائے چھائے ہوئے تھے۔ افسوس کہ بہت کچھ علم حاصل کرنے کے بعد وہ بھی اثرات پوری طرح زائل نہیں ہوئے جو بچپن میں ان پر پڑ چکے تھے۔ ہمیں اعتراف ہے کہ جناب امین احسن اصلاحی پر یہ اثرات برائے نام تھے اس کی ایک وجہ تو ان کے استاد علامہ فراہی کی صحبت کا اثر ہو سکتا ہے اور دوسری اہم وجہ یہ ہے کہ انہوں نے چند مواقع کے علاوہ اپنی عقل کو قدم قدم پر بیدار رکھا۔

اب اس تعلق سے قرآن کا ارشاد ملاحظہ فرمائیں:

وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بہا وذروا الذین یلحدون فی اسمائہ، سیجزون ما کانوا یعملون۔ الاعراف آیت ۱۸۰

اللہ اچھے ناموں کا مستحق ہے اس کو اچھے ہی ناموں سے پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے نام رکھنے میں راستے سے منحرف ہو جاتے ہیں جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں اس کا بدلہ وہ پا کر رہیں گے۔

سورہ اعراف کی اس آیت کا ترجمہ ہم نے تفہیم القرآن سے لیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ترجمہ علامہ مودودی نے کیا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اسے اچھے ناموں سے پکارا جائے اس میں ان لوگوں کے لئے عذاب کی وعید کی گئی ہے جو اس کے نام رکھنے میں راہ راست سے ہٹ جاتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں علامہ مودودی کی نظروں سے گزریں اس کے باوجود انہیں یہ احساس نہیں ہوا کہ اللہ کو خدا کے نام سے نہ پکارا جائے کیونکہ لفظ خدا تو نہایت ناقص لفظ ہے۔ آخر یہ لفظ اس ہستی کے لئے کیونکر استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی اور جس نے پوری کائنات بنائی اور جس کائنات پر بلا شرکت غیرے اسی کی حاکمیت ہے۔ لفظ خدا تو خود سے آنے والے کے لئے ہیں اس لئے اس میں نہ ہمیشگی ہے اور نہ ہی ایسی کوئی صفت جو اس کے معبود ہونے کی متقاضی ہو نہ ہی اس لفظ میں ایسے کوئی معنی ہیں کہ اسے قدیم سمجھ لیا جائے بلکہ یہ تو حادث ثابت ہوتا ہے۔ حق بات یہ ہے کہ لفظ خدا اللہ کے شایان شان ہرگز نہیں بلکہ اس کی توہین کا موجب ہے۔ پس اس آیت پر جس طرح سید مودودی کے لئے غور کرنا ضروری تھا اسی طرح جناب اصلاحی صاحب کا بھی فرض تھا کہ جب یہ آیت ان کی نظر سے گزری

اسی وقت انہیں رجوع کر لینا تھا اور اب تک جہاں جہاں اللہ کی جگہ خدا لکھ چکے تھے اسے مٹا دیتے اور آئندہ کے لئے خدا کا استعمال ترک کر دیتے مگر افسوس کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا۔

قرآن:

قرآن خالق کائنات کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب اس نے انسانوں کی ہدایت کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمائی۔ مجوسیوں نے جس طرح خالق کائنات کا اسم ذات تبدیل کرنے کی کوشش کی اسی طرح اس کی کتاب کا نام بھی تبدیل کرنے کی کوشش کی لیکن انہیں کتاب کا نام تبدیل کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی لہٰذا اس طرف سے مایوس ہو جانے کے بعد پہلے اس کی صحت کو مشکوک کرنے کی کوشش کی گئی جب یہاں بھی انہیں کامیابی نہیں ملی تو انہوں نے اسے پاروں میں تقسیم کر کے اس کی تین طرح کی حقیقی تقسیم میں اپنی طرف سے ایک تقسیم مزید کا اضافہ کر دیا اور مسلمان علماء نے اس تقسیم کو آنکھوں سے لگا لیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کی تاقیامت حفاظت کا اعلان کیا ہے اسی وجہ سے یہ کتاب اپنی اصل صورت میں آج تک موجود ہے اور ہمیشہ رہے گی اگر اللہ نے اس کی حفاظت کا انتظام نہ کیا ہوتا تو اس کتاب کا نام تبدیل ہو جاتا اور مسلمان اس تبدیل شدہ نام کو بھی آنکھوں سے لگا لیتے کیونکہ اس قوم کے مزاج میں کوئی ایسی شے شامل ہو گئی کہ مجوسیوں سے آئی ہوئی ہر بات کو اس نے قبول کر لیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی زندگی کے تمام گوشوں پر مجوسی اثرات پائے جاتے ہیں۔

قرآن کی حقیقی تقسیم سورتوں، رکوعوں اور آیتوں کی شکل میں ہے سورت کو باب کہہ لیجئے اور رکوع کو سورہ کا ایک حصہ یا پیراگراف اور آیت کو جملہ کہہ لیا جائے۔ مجوسیوں نے اس تقسیم کو آگے بڑھایا اور قرآن کو تیس حصوں میں تقسیم کر دیا اور ہر حصہ پارہ کہلایا۔ پارہ کے معنی ٹکڑے کے ہیں اور یہ بھی فارسی کا لفظ ہے۔ قرآن کی اس باطل تقسیم کو مسلمانوں میں قبول عام حاصل ہوا لہٰذا مسلمانوں کا ہر بچہ یہ جانتا ہے کہ قرآن میں تیس پارے ہیں اور جو بچے مدرسوں میں پڑھ چکے ہیں انہیں تیسوں پاروں کے نام یاد ہیں جبکہ سورتوں کے نام سے یہ بچے غافل پائے جاتے ہیں۔ جن لوگوں نے قرآن کو پاروں میں تقسیم کیا ان کا تو یہ کام تھا لہٰذا انہوں نے کر دیا مگر مسلمانوں کو ایسی کیا مجبوری لاحق تھی جو انہوں نے اس باطل تقسیم کو بلا تردد قبول کر لیا۔ آخر پاروں میں قرآن کی تقسیم قبول کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر خیر و برکت اور ایصال ثواب کے لئے اجتماعی ختم قرآن کو ضروری سمجھ لیا گیا اور اسی مقصد کے حصول کے لئے پاروں میں قرآن کی تقسیم قبول کر لی گئی تو یہ خیال غلط ہے کیونکہ قرآن کی تلاوت سے خیر و برکت کے حصول کی صرف ایک ہی

صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ اسے سمجھ کر پڑھا جائے اور پھر اس پر عمل کیا جائے بلا سوچے سمجھے قرآن پڑھنا اور پھر اس پر عمل سے غافل رہ کر خیر و برکت کی امید درست نہیں۔ قرآن کو ہر حالت میں سمجھ کر ہی پڑھنا ہے تاکہ اس سے نصیحت حاصل ہو۔ قرآن کا ارشاد ملاحظہ ہو:

ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر۔ قمر آیت ۱۷

ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لئے آسان ذریعہ بنا دیا پھر کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ قرآن سے نصیحت حاصل کرنا آسان ہے لہٰذا انسانوں کو اس سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے ظاہر ہے کہ کسی کتاب سے اسی صورت میں نصیحت حاصل کی جا سکتی ہے۔ جب اسے سمجھ کر پڑھا جائے۔ رہا ایصال ثواب کا معاملہ تو یہ خیال خود قرآن کے خلاف ہے۔ انسان کے لئے صرف وہی نیکیاں ہیں جو اس نے اپنے ہاتھ سے کمائی ہیں۔ کوئی اچھا عمل کر کے کسی اور کے کھاتے میں نیکیاں منتقل نہیں کی جا سکتیں۔ قرآن کہتا ہے:

من عمل صالحا فلنفسہ ومن اساء فعلیھا ثم الی ربکم ترجعون۔ الجاثیہ آیت ۱۵

جو کوئی نیک عمل کرے گا تو اس کا نفع اسی کے لئے ہے اور جو برائی کرے گا تو اس کا وبال اسی پر آئیگا پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

قرآن کی اس آیت کی روشنی میں کوئی شخص کسی کو نہ تو اپنی نیکیاں دے سکتا ہے اور نہ ہی گناہ لہٰذا ایصال ثواب کا خیال مسلمانوں کو ترک کر دینا چاہیے۔ خیر و برکت اور ایصال ثواب کے لئے مروجہ قرآن خوانی کی کوئی مثال دور رسالت یا دور صحابہ سے پیش نہیں کی جا سکتی۔ بالفرض محال اگر کوئی صاحب دور رسالت یا دور صحابہ سے کوئی چھوٹا واقعہ پیش ہی کر دیں تو انہیں یہ بھی بتانا ہوگا کہ اس واقعہ کے وقت کیا قرآن تیس پاروں میں منقسم تھا پھر یہ لفظ پارہ کہاں سے آ گیا کیونکہ عربی زبان میں آج تک حرف "پ" نہیں ہے ظاہر ہے کہ ان ادوار میں تیس پاروں کا وجود ثابت نہیں کیا جا سکتا ایسی صورت میں اجتماعی ختم قرآن کی جو شکل تھی بس جو شکل اس وقت تھی وہی اب بھی اختیار کر لی جائے اور قرآن کی تیس پاروں میں تقسیم کو منسوخ قرار دے دیا جائے۔

تیس پاروں میں قرآن کی تقسیم سے متعدد جگہ رکوع کا نظم پامال کیا گیا ہے یعنی ایک رکوع کا کچھ حصہ ایک پارے میں اور بقیہ حصہ اگلے پارہ میں شامل کر دیا گیا ہے۔ مثلاً دوسرے پارے میں ساڑھے سولہ رکوع لے لئے گئے اور سترہویں رکوع کا آدھا حصہ تیسرے پارے میں شامل کر لیا گیا سورہ النساء کے پندرھویں رکوع کو چوتھے اور پانچویں پارے میں تقسیم کر دیا گیا۔ سورہ النساء کا ایک رکوع

پانچویں اور چھٹویں پارے میں تقسیم کردیا گیا۔ سورہ مائدہ کا ایک رکوع چھٹویں اور ساتویں پارے میں تقسیم کیا گیا۔ سورہ اعراف کے ایک رکوع کا آدھا حصہ آٹھویں پارے میں ہے اور بقیہ حصہ نویں پارے میں شامل ہے۔ سورہ توبہ کا ایک رکوع دسویں اور گیارہویں پارے میں بانٹ دیا گیا سورہ یونس کا ایک رکوع بائیسویں اور تیئیسویں پاروں میں منقسم ہے۔ سورہ الزمر کے ایک رکوع کی پہلی آیت تیئیسویں پارے میں ہے اور بقیہ آیات چوبیسویں پارے میں ہے۔ اسی طرح پارے بنانے کی خاطر متعدد جگہ رکوع کے نظم کو پامال کرڈالا گیا اور مسلمان علماء نے اس باطل تقسیم کو سرآنکھوں پر رکھ لیا گویا قرآن کی یہ تقسیم انہیں آسمان سے ملی ہو۔ پاروں کی صورت میں قرآن کی تقسیم قبول کرکے مسلمانوں نے اپنے قول وعمل سے ثابت کیا کہ سورہ، رکوع اور آیات میں قرآن کی تقسیم ان کے نزدیک ناکافی تھی اس لئے انہوں نے تقسیم کی ایک نئی صورت قبول کرلی۔

پیغمبر یا نبی:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے ہر زمانے اور ہر قوم میں اپنے نمائندے بھیجے۔ اللہ کے ان نمائندوں کو فرشتے کے ذریعہ احکامات وہدایت موصول ہوتے تھے جنہیں یہ نمائندے انسانوں تک پہنچادیتے۔ اپنے انہی نمائندوں کو اللہ نے اپنی کتاب میں نبی یا رسول کہا ہے۔ نبی یا رسول انسانوں تک جو ہدایات یا نصیحتیں پہنچاتے ہیں۔ وہ سب اللہ کی طرف سے ہوتی ہیں حتی کہ ہدایات پہنچانے کا طریقہ بھی اللہ ہی طے فرماتا ہے۔ ان حقائق سے یہ معلوم ہوا کہ نبی یا رسول جو کچھ ہدایات پیش کرتے ہیں انہیں من وعن قبول کرلینا انسانوں کی ذمہ داری ہے۔ نبوت و رسالت اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے منصب ہیں اور جو پاک نفوس ان مناصب پر فائز ہوئے انہیں نبی یا رسول کہا جاتا ہے۔

نبی اور رسول قرآن کی اصطلاحیں ہیں انہیں صرف انہی کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ اصطلاحیں مخصوص فرمادیں۔ قرآن کی ان اصطلاحوں کا ترجمہ نہیں کیا جاسکتا مگر مجوسیوں نے ان اصطلاحوں کا بھی متبادل تلاش کرلیا اور یہ متبادل پیغمبر ہے۔ انہوں نے جو کچھ کیا وہ انہیں کرنا ہی تھا افسوس تو ان لوگوں پر ہے جنہیں عشق رسول کا دعویٰ ہے مگر یہ احساس نہیں کہ پیغمبر یا پیامبر کے الفاظ نبی اور رسول کی اصطلاحوں کے متبادل نہیں ہوسکتے۔ مسلمان علماء اور اہل قلم بلاتردد نبی اور رسول کی جگہ پیغمبر کا لفظ استعمال کرتے آرہے ہیں۔ بروز حساب اللہ تعالیٰ جب ان لوگوں سے پوچھے گا کہ تمہیں رسول کو پیغمبر کہنے کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی تو ان لوگوں کے پاس اس سوال کا جواب نہیں ہوگا۔ حق بات

یہ ہے کہ نبی یا رسول کے لئے فارسی لفظ پیغمبر کا استعمال ان کی توہین ہے اس لئے کہ فارسی کے اس لفظ میں وہ عظمتیں قطعی مفقود ہیں جو نبی اور رسول میں ہیں۔ بس جس طرح نبی یا رسول کے لئے پیغمبر کا لفظ نہیں لایا جاسکتا اسی طرح کسی دیگر زبان کا لفظ بھی استعمال نہیں ہوسکتا مثلاً انگلش کا لفظ (Prophet) پرافٹ کیونکہ دنیا کے کسی تعریفی لفظ کے ساتھ وہ عظمتیں وابستہ نہیں جو نبی یا رسول کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ بروز حساب سید مودودی اور ان تمام لوگوں کی غلطیوں سے درگزر فرمائے جنہوں نے نبی کے لئے لفظ پیغمبر کے استعمال کی غلطی کی ہے۔ سید مودودی نے سورہ ہود کی آیت ۱۷ میں نبی کی جگہ لفظ پیغمبر کا استعمال کیا ہے۔ عین ممکن ہے کہ ان کے ترجمہ قرآن میں متعدد جگہوں پر لفظ پیغمبر کا استعمال کیا گیا ہو۔ لفظ پیغمبر کے استعمال کی ہم نے زیادہ مثالیں اس لئے پیش نہیں کیں کہ یہ تو سب ہی کو معلوم ہے کہ علماء اور اہل قلم حضرات نبی کی جگہ کثرت سے پیغمبر کا استعمال کرتے ہیں۔

حضرت غوث اعظم کے
صوفیانہ تفسیری نکات
از قلم
علامہ محمد اعظم سعیدی
صفحات: ۲۲۴
قیمت: ۱۲۰ روپے
ناشر: مکتبہ فیض القرآن،
اردو بازار، کراچی

سیدنا یونس علیہ السلام کی مختصر سرگزشت

عبدالکریم اثری

قرآن کریم میں یونس علیہ السلام کا ذکر چھ سورتوں میں آیا ہے یعنی سورہ النساء ۴، سورہ الانعام ۶، سورہ یونس ۱۰، سورہ الانبیاء ۲۱، سورہ الصافات ۳۷ اور سورہ القلم ۶۸ میں۔ پھر ان سورتوں میں پہلی دو سورتوں میں تو صرف یونس علیہ السلام کا نام دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کے ناموں کے ساتھ درج ہے علاوہ نام کے اور کچھ نہیں اور سورہ یونس میں صرف آپ علیہ السلام کی قوم کے عذاب سے بچ جانے کا ذکر ہے اور سورۃ الانبیاء میں یونس علیہ السلام کو "ذوالنون" کے نام سے مخاطب فرما کر ان کی اس تقریر کا ذکر ہے جو انہوں نے کشتی میں سوار ہو کر کشتی کے مسافروں کو کی اور وہ بھی صرف تقریر کے موضوع کی نشاندہی کی گئی ہے تفصیل نہیں اور یہی وہ تقریر ہے جس کو مفسرین نے دعا کے نام سے موسوم کیا ہے جو یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں چلے جانے کے بعد کی تھی اور سورۃ الصافات میں مختصر ذکر ہے جس میں آپ علیہ السلام کی رسالت، رسالت سے پہلی زندگی اور رسالت کے بعد کی زندگی کا اختصار بلکہ اشارات میں ذکر ہے اور سورہ القلم میں آپ علیہ السلام کے "صاحب الحوت" ہونے کا بیان فرما کر رسول اکرم ﷺ یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کو ایک ہدایت دی گئی ہے اس لئے دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح آپ علیہ السلام کی سرگزشت کو تفصیل سے بیان نہیں کیا گیا بلکہ آپ علیہ السلام ان انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ایک ہیں جن کا فقط نام یا ان کی تعلیم کی طرف صرف اشارہ کیا گیا ہے تفصیل نہیں بیان کی گئی۔ ایسا کیوں ہوا؟ اس لئے کہ مخاطبین اول یعنی عرب، یہود اور نصاریٰ ان انبیاء کرام علیہم السلام کے صرف ناموں سے ہی واقف تھے یا ناموں کے ساتھ کسی نبی کی ایک آدھ بات کا تذکرہ ان کی کتابوں میں تھا جس میں انہوں نے اپنی عادت کے مطابق کچھ نہ کچھ ضرور ملایا ہوا تھا اور جو انہوں نے ملایا تھا اس کی تردید کے لئے صرف اتنا ہی ذکر کیا گیا کیونکہ قرآن کریم نے بطور تاریخ ان واقعات کو پیش ہی نہیں کیا بلکہ بطور تذکیر و نصیحت

پیش کیا ہے اور یہی کچھ یونس علیہ السلام کے واقعہ میں بھی کیا گیا۔ تاہم جو کچھ ہمارے مفسرین یا مورخین نے تحریر کیا اس کا محصل یہ ہے کہ:

یونس علیہ السلام کی عمر ۲۸ سال کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو منصب نبوت پر سرفراز فرمایا اور اہل نینوٰی کی رشد و ہدایت کے لئے مامور کیا۔ آپ علیہ السلام ایک عرصہ تک ان کو تبلیغ کرتے رہے اور توحید کی دعوت دیتے رہے مگر قوم نے اعلان حق پر کان نہیں دھرا اور تمرد و سرکشی کے ساتھ شرک و کفر پر اصرار کرتے رہے اور گزشتہ نافرمان قوموں کی طرح اللہ کے رسول کی دعوت حق کو ٹھٹھا بنائے رکھا اور آپ علیہ السلام کا مذاق اڑاتے رہے۔ اس مسلسل اور پیہم مخالفت و معاندت سے متاثر ہو کر یونس علیہ السلام قوم سے خفا ہو گئے اور ان کو عذاب الٰہی کی بددعا کر کے ان کے درمیان سے اس غصہ کی حالت میں روانہ ہو گئے۔ تفسیر روح المعانی کے بیان کے مطابق فرات کے کنارے پہنچے تو ایک کشتی کو مسافروں سے بھرا ہوا تیار پایا اور آپ علیہ السلام اس کشتی میں سوار ہو گئے۔ کشتی نے جب لنگر اٹھایا تو بہت جلد راہ میں طوفانی ہوا نے کشتی کو آ گھیرا جب کشتی ڈگمگانے لگی اور اہل کشتی بہت ہی گھبرائے تو اپنے عقیدہ کے مطابق کہنے لگے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کشتی میں کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگا ہوا آ بیٹھا ہے اور جب تک اس کو کشتی سے الگ نہ کیا گیا تو اس کشتی اور اہل کشتی کی نجات مشکل ہے۔

یونس علیہ السلام نے اہل کشتی کی یہ بات سنی تو ان کو خیال ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو میرا نینوٰی سے وحی کا انتظار کئے بغیر اس طرح چلا آنا شاید پسند نہیں آیا اور اس میں میری آزمائش ہے یہ سوچ کر انہوں نے اہل کشتی سے فرمایا کہ وہ غلام میں ہوں جو اپنے آقا سے بھاگا ہوں مجھ کو کشتی سے باہر پھینک دو مگر ملاح اور اہل کشتی ان کی پاکبازی سے اس قدر متاثر تھے کہ انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور آپس میں یہ طے ہوا کہ قرعہ اندازی کی جائے چنانچہ تین مرتبہ قرعہ اندازی کی گئی اور ہر مرتبہ یونس علیہ السلام کے نام کا قرعہ نکلا۔ تب مجبور ہو کر انہوں نے یونس علیہ السلام کو دریا میں ڈال دیا یا یہ کہ وہ خود دریا میں کود گئے۔

یونس علیہ السلام کو دریا میں گرایا جانا یا گرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کو ایک مچھلی نے نگل لیا لیکن مچھلی کو حکم ہوا کہ صرف نگل لینے کی اجازت ہے۔ یونس علیہ السلام تیری غذا نہیں اس لئے اس کے جسم کو مطلق گزند نہ پہنچے۔ یونس علیہ السلام جب زندہ اور صحیح و سلامت مچھلی کے پیٹ میں رہے تو انجام کار بارگاہ الٰہی میں اپنی اس ندامت کا اظہار کیا کہ کیوں وہ وحی الٰہی کا انتظار کئے بغیر اور اللہ تعالیٰ سے اجازت لئے بغیر اپنی قوم سے ناراض ہو کر نینوٰی سے نکل آئے اور علو و تقصیر کے لئے وہ دعا پڑھی جس کو "آیت کریمہ" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یعنی "لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من

الظٰلمین " الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہی یکتا ہے میں تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں بلاشبہ میں اپنے نفس پر خود ہی ظلم کرنے والا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کی درد بھری آواز کو سنا اور قبول فرمایا، مچھلی کو حکم ہوا کہ وہ یونس علیہ السلام کو "جو تیرے پاس ہماری امانت ہے اگل دے۔" چنانچہ مچھلی نے ساحل پر یونس علیہ السلام کو اگل دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے ان کا جسم ایسا ہو گیا تھا جیسا کہ کسی پرندہ کا پیدا شدہ بچہ کا جسم بے حد نرم ہوتا ہے اور جسم پر بال تک نہ رہے۔ مختصر یہ کہ یونس علیہ السلام بہت نحیف و ناتواں حالت میں خشکی پر ڈال دیئے گئے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایک بیل دار درخت اگا دیا جس کے سایہ میں وہ ایک جھونپڑی بنا کر رہنے لگے۔ چند دن کے بعد ایسا ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس بیل کی جڑ کو کیڑا لگ گیا اور اس نے جڑ کو کاٹ ڈالا اور جب بیل سوکھنے لگی تو یونس علیہ السلام کو بہت غم ہوا تب اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ ان کو مخاطب کیا اور فرمایا اے یونس! تم کو اس بیل کے سوکھنے کا بہت رنج ہوا جو ایک حقیری چیز ہے مگر تم نے یہ نہ سوچا کہ نینویٰ کی ایک لاکھ سے زیادہ آبادی جس میں انسان بے بس رو رہے ہیں اور علاوہ ازیں جاندار بھی آباد ہیں اس کو برباد اور ہلاک کر دینے میں ہم کو کوئی ناگواری نہیں ہوگی اور کیا ہم ان کے لئے اس سے زیادہ شفیق و مہربان نہیں ہیں جتنا کہ تجھ کو اس بیل کے ساتھ انس ہے جو تم وحی کا انتظار کئے بغیر قوم کو بددعا کر کے ان کے درمیان سے نکل آئے حالانکہ ایک نبی و رسول کی شان کے یہ نامناسب تھا کہ وہ قوم کے حق میں عذاب کی بددعا کرنے اور ان سے نفرت کر کے جدا ہو جانے میں عجلت کرے اور وحی کا بھی انتظار نہ کرے۔

حقیقت حال اس طرح ہوئی کہ ادھر یونس علیہ السلام کے بستی چھوڑ دینے پر ان کو یقین ہو گیا کہ وہ ضرور اللہ کے سچے پیغمبر تھے اس لئے اب ہلاکت یقینی ہے جب ہی تو یونس علیہ السلام ہم سے جدا ہو گئے یہ سوچ کر فوراً بادشاہ سے لے کر رعایا تک سب کے دل خوف و دہشت سے کانپ اٹھے اور یونس علیہ السلام کو تلاش کرنے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہے تاکہ ان کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کریں اور ساتھ ہی سب کے سب اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرنے لگے اور ہر قسم کے گناہوں سے کنارہ کش ہو کر آبادی سے باہر میدان میں نکل آئے حتیٰ کہ چوپاؤں کو بھی ساتھ لے آئے اور بچوں کو ماؤں سے جدا کر دیا اور اس طرح دنیوی علائق سے کٹ کر درگاہ الٰہی میں گریہ و زاری کرتے اور متفقہ آواز سے یہ اقرار کرتے رہے کہ " ربنا امنا بما جاء به یونس " اے پروردگار! یونس علیہ السلام جو تیرا پیغام ہمارے پاس لے کر آئے تھے ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور آخر کار اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ

قبول فرمائی ان کو دولت ایمان سے نوازا اور ان کو عذاب سے محفوظ رکھا۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ یونس علیہ السلام کو اب دوبارہ حکم ہوا کہ وہ نینویٰ جائیں اور قوم میں رہ کر ان کی رہنمائی فرمائیں تاکہ اللہ کی اس قدر کثیر مخلوق ان کے فیض سے محروم نہ رہے چنانچہ یونس علیہ السلام نے اس حکم کا امتثال کیا اور نینویٰ میں واپس تشریف لے آئے قوم نے جب ان کو دیکھا تو بے حد مسرت ہوئی اور انہوں نے مسرت کا اظہار کیا اور ان کی رہنمائی میں دین و دنیا کی کامرانی حاصل کرتی رہی۔ یہ ہے یونس علیہ السلام کے واقعہ کی وہ ترتیب جو آیات قرآنی کی تفسیر میں تاویلات سے پاک اور صحیح مفہوم کی ترجمان ہے اور بلاشک و ریب مختلف سورتوں کی تمام آیات کے معانی کو کسی کھینچ تان کے بغیر صاف صاف ادا کر دیتی ہے لیکن یہ حقیقت اچھی طرح اس وقت ظاہر ہوگی جبکہ واقعہ سے متعلق اختلافی مباحث کو زیر بحث لایا جائے اور پھر اس تفصیل ترتیب کا موازنہ کیا جائے مگر اس سے پہلے کہ ہم آیات قرآنی کا مطالعہ کر کے اس واقعہ کے ساتھ موازنہ کریں ہم چاہتے ہیں کہ پہلے یہ دیکھیں کہ اس سلسلہ میں یونس علیہ السلام کے متعلق تورات کا کیا بیان ہے اور وہ اس واقعہ کے ساتھ جو اوپر مذکور ہوا کہاں تک میل کھاتا ہے تاکہ بات اچھی طرح واضح ہو جائے چنانچہ تورات میں "یوناہ" کے نام سے ایک مضمون اس طرح درج ہے کہ:

" خداوند کا کلام یوناہ بن امتی پر نازل ہوا کہ اٹھ اس بڑے شہر نینوہ کو جا اور اس کے خلاف منادی کر کیونکہ ان کی شرارت میرے حضور پہنچی ہے لیکن یوناہ خداوند کے حضور سے ترسیس کو بھاگا اور یافا میں پہنچا اور وہاں اسے ترسیس کو جانے والا جہاز ملا اور وہ کرایہ دے کر اس میں سوار ہوا تاکہ خداوند کے حضور سے ترسیس کو اہل جہاز کے ساتھ جائے۔ لیکن خداوند نے سمندر پر بڑی آندھی بھیجی اور سمندر میں سخت طوفان برپا ہوا اور اندیشہ ہوا کہ جہاز تباہ ہو جائے تب ملاح ہراساں ہوئے اور ہر ایک نے اپنے دیوتا کو پکارا اور وہ اجناس جو جہاز میں تھیں سمندر میں ڈال دیں تاکہ اسے ہلکا کریں لیکن یوناہ جہاز کے اندر پڑا سو رہا تھا تب ناخدا اس کے پاس جا کر کہنے لگا کہ تو کیوں پڑا سو رہا ہے؟ اٹھ اپنے معبود کو پکار! شاید وہ ہم کو یاد کرے اور ہم ہلاک نہ ہوں اور انہوں نے آپس میں کہا کہ آؤ قرعہ ڈال کر دیکھیں کہ یہ آفت ہم پر کس کے سبب سے آئی چنانچہ انہوں نے قرعہ ڈالا اور یوناہ کا نام نکلا۔ تب انہوں نے اس سے کہا کہ تو ہم کو بتا کہ یہ آفت ہم پر کس کے سبب سے آئی؟ تیرا کیا پیشہ ہے اور تو کہاں سے آیا ہے؟ تیرا وطن کہاں ہے اور تو کس قوم کا ہے؟ اس نے ان سے کہا کہ میں عبرانی ہوں اور خداوند آسمان کے خدا بحر و بر کے خالق سے ڈرتا ہوں تب وہ خوف زدہ ہو کر اس سے کہنے لگے تو نے یہ کیا کیا؟ کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ وہ خداوند کے حضور

سے بھاگا ہے اس لئے اس نے ان سے کہا تھا۔

تب انہوں نے اس سے پوچھا کہ ہم تجھ سے کیا کریں کہ سمندر ہمارے لئے ساکن ہو جائے؟ کیونکہ سمندر زیادہ طوفانی ہو جاتا تھا۔ تب اس نے ان سے کہا کہ مجھ کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دو تو وہ تمہارے لئے ساکن ہو جائے گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ یہ طوفان تم پر میرے ہی سبب آیا ہے۔ تو بھی ملاحوں نے ڈنڈا چلانے میں بڑی محنت کی کہ کنارے پر پہنچ جائیں لیکن نہ پہنچ سکے کیونکہ سمندر ان کے خلاف اور بھی زیادہ موجزن ہوتا جاتا تھا۔ اب انہوں نے خداوند کے حضور گڑگڑا کر کہا اے خدا ہم تیری منت کرتے ہیں کہ ہم اس آدمی کی جان کے سبب سے ہلاک نہ ہوں اور تو خون ناحق کو ہماری گردن پر نہ ڈالے کیونکہ اے خداوند تو نے جو چاہا سو کیا اور انہوں نے یوناہ کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا اور سمندر کا تلاطم موقوف ہو گیا۔ تب وہ خداوند سے بہت ڈر گئے اور انہوں نے اس کے حضور قربانی گزرانی اور نذریں مانی لیکن خداوند نے ایک بڑی مچھلی مقرر کر رکھی تھی کہ یوناہ کو نگل جائے اور یوناہ تین دن رات مچھلی کے پیٹ میں رہا۔ تب یوناہ کے پیٹ میں خداوند نے اپنے خدا سے یہ دعا کی:

میں نے اپنی مصیبت میں خداوند سے دعا کی اور اس نے میری سنی۔ میں نے پاتال کی تہ سے دہائی دی۔ تو نے میری فریاد سنی۔ تو نے مجھے گہرے سمندر میں پھینک دیا اور سیلاب نے مجھے گھیر لیا تیری سب موجیں اور لہریں مجھ پر سے گزر گئیں اور میں نے سمجھا کہ تیرے حضور سے دور ہو گیا ہوں لیکن میں پھر تیری مقدس ہیکل کو دیکھوں گا۔ سیلاب نے میری جان کا محاصرہ کیا۔ سمندر میری چاروں طرف تھا۔ بحری نبات میرے سر پر لپٹ گئی۔ میں پہاڑوں کی تہ تک غرق ہو گیا۔ زمین کے اڑنگے ہمیشہ کے لئے مجھ پر بند ہو گئے۔ تو بھی اے خداوند میرے خدا تو نے میری جان پاتال سے بچائی۔ جب میرا دل بیتاب ہوا تو میں نے خداوند کو یاد کیا اور میری دعا تیری مقدس ہیکل میں تیرے حضور پہنچی۔ جو لوگ جھوٹے معبودوں کو مانتے ہیں وہ شفقت سے محروم ہو جاتے ہیں میں حمد کرتا ہوا تیرے حضور قربانی گزاروں گا۔ میں اپنی نذریں ادا کروں گا۔ نجات خداوند کی طرف سے ہے اور خداوند نے مچھلی کو حکم دیا اور اس نے یوناہ کو خشکی پر اگل دیا۔

اور خداوند کا کلام دوسری بار یوناہ پر نازل ہوا کہ اٹھ اس بڑے شہر نینوہ کو جا اور وہاں اس بات کی منادی کر جس کا میں تجھے حکم دیتا ہوں تب یوناہ خداوند کے حکم کے مطابق اٹھ کر نینوہ کو گیا اور نینوہ بہت بڑا شہر تھا اس کی مسافت تین دن کی راہ تھی اور یوناہ شہر میں داخل ہوا اور ایک دن کی راہ چلا اس نے منادی کی اور کہا چالیس روز کے بعد نینوہ برباد کیا جائے گا۔ تب نینوہ کے باشندوں نے خدا پر ایمان لا کر روزہ کی

منادی کی اور ادنیٰ و اعلیٰ سب نے ٹاٹ اوڑھا اور یہ خبر نینوہ کے بادشاہ کو پہنچی اور وہ اپنے تخت پر سے اٹھا اور بادشاہی لباس کو اتار ڈالا اور ٹاٹ اوڑھ کر راکھ پر بیٹھ گیا اور بادشاہ اور اس کے ارکان دولت کے فرمان سے نینوہ سے یہ اعلان کیا گیا اور اس بات کی منادی ہوئی کہ کوئی انسان یا حیوان گلہ یا رمہ کچھ نہ چکھے اور نہ کھائے پیے لیکن انسان اور حیوان ٹاٹ سے ملبس ہوں اور خدا کے حضور گریہ وزاری کریں بلکہ ہر شخص اپنی بری روش اور اپنے ہاتھ کے ظلم سے باز آئے۔ شاید خدا رحم کرے اور اپنا ارادہ بدلے اور اپنے قہر شدید سے باز آئے اور ہم ہلاک نہ ہوں۔ جب خدا نے ان کی یہ حالت دیکھی کہ وہ اپنی اپنی بری روش سے باز آئے تو وہ اس عذاب سے جو اس نے ان پر نازل کرنے کو کہا تھا باز آیا اور اسے نازل نہ کی۔ لیکن یوناہ اس سے نہایت ناخوش ہوا اور ناراض ہوا اور اس نے خداوند سے یوں دعا کی کہ اے خداوند! جب میں اپنے وطن میں تھا اور ترسیس کو بھاگنے والا تھا تو کیا میں نے یہی نہ کہا تھا؟ میں جانتا تھا کہ تو رحیم و کریم خدا ہے جو قہر کرنے میں دھیما اور شفقت کرنے میں غنی ہے اور عذاب نازل کرنے سے باز رہتا ہے۔ اب اے خداوند! میں تیری منت کرتا ہوں کہ میری جان لے لے کیونکہ میرے اس جینے سے مر جانا بہتر ہے۔ تب خداوند نے فرمایا کیا تو ایسا ناراض ہے؟ اور یوناہ شہر سے باہر مشرق کی طرف جا بیٹھا اور وہاں اپنے لئے ایک چھپر بنا کر اس کے سایہ میں بیٹھ رہا کہ دیکھے شہر کا کیا حال ہوتا ہے؟ تب خداوند نے کدو کی بیل اگائی اور اسے یوناہ کے اوپر پھیلایا کہ اس کے سر پر سایہ ہو اور وہ تکلیف سے بچے اور یوناہ اس بیل کے سبب سے نہایت خوش ہوا۔ لیکن دوسرے دن صبح کے وقت خدا نے ایک کیڑا بھیجا جس نے اس بیل کو کاٹ ڈالا اور وہ سوکھ گئی اور جب آفتاب بلند ہوا تو خدا نے مشرق سے لو چلائی اور آفتاب کی گرمی نے یوناہ کے سر میں اثر کیا اور وہ بیتاب ہو گیا اور موت کا آرزومند ہو کر کہنے لگا کہ میرے اس جینے سے مر جانا بہتر ہے اور خدا نے یوناہ سے فرمایا کیا تو اس بیل کے سبب سے ایسا ناراض ہوا ہے؟ اس نے کہا میں یہاں تک ناراض ہوں کہ مر جانا چاہتا ہوں۔ تب خداوند نے فرمایا کہ تجھے اس بیل کا اتنا خیال ہے۔ جس کے لئے تو نے نہ کچھ محنت کی اور نہ اسے اگایا۔ جو ایک ہی رات میں اگی اور ایک ہی رات میں سوکھ گئی اور کیا مجھے لازم نہ تھا کہ میں اتنے بڑے شہر نینوہ کا خیال کروں۔ جس میں ایک لاکھ بیس ہزار سے زیادہ ایسے ہیں جو اپنے داہنے اور بائیں ہاتھ میں امتیاز نہیں کر سکتے تھے اور بے شمار مویشی ہیں؟ (بائبل پرانا عہد نامہ کتاب یوناہ کے چار ابواب)

ان دونوں عبارات کو بغور پڑھیں۔ یہ بات آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ تورات موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی لہذا اس میں بیان کیا گیا واقعہ پہلے کا ہے اور اس کے بعد قرآن کریم میں اس واقعہ کا

اشارات میں ذکر آیا اور ازیں بعد مفسرین نے اور مورخین اسلام نے اس واقعہ کو نقل کیا اور جو کچھ نقل کیا وہ مع شے زائدہ ہی ہے جو تورات میں مذکور ہے اس کو تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ قرآن کریم کی تفسیر میں نقل کردیا اور وہ ساری باتیں اب کتب تفاسیر میں اور تاریخ میں آ گئیں جن کا ذکر قرآن کریم میں مطلق نہ تھا بلکہ قرآن کریم میں ان باتوں کی اشارات میں تردید فرمائی تھی تا کہ بات بھی صاف ہو جائے اور یہود و نصاریٰ اور عرب کے لوگ حقیقت حال کو بھی اچھی طرح جانچ لیں اور معلوم کرلیں کہ کوئی نبی و رسول نہ جھوٹ بولتا ہے اور نہ ہی اللہ سے ناراض ہو کر اللہ کے حکم کی نافرمانی کرتا ہے اور کوئی رسول ہجرت کر جانے کے بعد اس مقام کی طرف دوبارہ لوٹ کر رہائش پذیر نہیں ہوتا جہاں سے وہ ہجرت کرلے اور نبی و رسول ہونے والے انسان کی زندگی میں نبی و رسول بننے سے پہلے اور بعد کوئی خاص فرق نہیں ہوتا مگر یہ کہ وہ نبوت سے پہلے جو کچھ کہتا ہے وہ من حیث النبوت و رسالت نہیں کہتا اور نبی و رسول بنائے جانے کے بعد جو کچھ کہتا ہے وہ من حیث النبوت و رسالت کہتا ہے یعنی تحدی اور چیلنج سے کہتا ہے کیونکہ وہ اللہ کا پیغام قوم کو سناتا ہے جس پر کہنے سے پہلے وہ خود اس پر ایمان لاتا ہے کہ یہ بات اللہ کی طرف سے ہے لہٰذا اس طرح ہوگی جس طرح میں کہہ رہا ہوں اور یہی بات یونس علیہ السلام کے واقعہ سے ثابت ہوتی ہے۔ اب قرآن کریم کی آیات کا مطالعہ کریں بعد میں اس کا تجزیہ پیش کریں گے۔ قرآن کریم کی جن سورتوں میں یونس علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے ان کی ترتیب نزول اس طرح ہے۔ القلم ۲: یونس ۵۱: ۔ الصافات: ۵۶ اور الانبیاء ۷۳۔ اس ترتیب سے آیات درج کی جا رہی ہیں۔ ارشاد ہوا کہ:

فاصبر لحكم ربك ولا تكن لصاحب الحوت اذنادى وهو مكظوم. لولا ان تدارکه نعمة من ربه لنبذ بالعراء وهو مذموم. فاجتبه ربه فجعله من الصالحين۔ (القلم ۶۸: ۴۸تا۵۰)

فلولا كانت قرية امنت فنفعها ايمانها الا قوم يونس لما امنو كشفنا عنهم عذاب الخزى فى الحيوة الدنيا ومتعهم الى حين۔ (یونس ۱۱: ۹۸)

وان يونس لمن المرسلين اذابق الى الفلك المشحون. فساهم فكان من المدحضين. فالتقمه الحوت وهو مليم. فلولا انه كان من المسبحين. للبث فى بطنه الى يوم يبعثون. فنبذنه بالعراء وهو سقيم . وانبتنا عليه شجرة من يقطين. وارسلنه الى مائة الف او يزيدون. فامنوا فمتعنهم الى حين. (الصّٰفّٰت ۳۷: ۱۴۰تا۱۴۸)

وذالنون اذ ذهب مغاضبا فظن ان لن نقدر عليه فنادى فى الظلمت ان لا اله الا انت سبحنك انى كنت من الظلمين. فاستجبنا له ونجينه من الغم وكذلك

ننجى المؤمنين۔ (الانبیاء ۲۱: ۸۷، ۸۸)

"پس آپ علیہ السلام (اے پیغمبر اسلام!) اپنے رب کے حکم کا انتظار کیجئے۔ اور مچھلی والے (یونس علیہ السلام) کی طرح نہ ہو جائے۔ جب اس نے پکارا اس حال میں کہ وہ غم و غصہ کو پینے والا تھا۔ اگر اس کے رب کی رحمت اس کی دستگیری نہ کرتی تو وہ چٹیل میدان میں ڈال دیا جاتا اور اس کی دنیا میں مذمت کی جاتی۔ پھر اس کے رب نے اس کو منتخب فرمایا اور اس کو اپنے نیک بندوں میں شامل رکھا۔ (القلم ۶۸: ۴۸: ۵۰)

"پھر کیوں ایسا نہ ہوا کہ قوم یونس کی بستی کے سوا اور کوئی بستی نہ نکلی کہ" (نزول عذاب سے پہلے) یقین کرلیتی اور ایمان کی برکتوں سے فائدہ اٹھاتی؟ یونس علیہ السلام کی قوم جب ایمان لے آئی تو ہم نے رسوائی کا وہ عذاب ان پر سے ٹال دیا جو دنیا کی زندگی میں پیش آنے والا تھا اور ایک خاص مدت تک سروسامان زندگی سے بہرہ مند ہونے کی (ان کو) مہلت دے دی۔" (یونس ۱۰: ۹۸)

"اور بلاشبہ یونس علیہ السلام ہمارے بھیجے ہوؤں سے تھا۔ جب وہ دوڑ کر ایک کشتی کی طرف گیا جو لوگوں اور سامان وغیرہ سے بھری جا چکی تھی۔ پس وہ بھی بھاگ دوڑ کر ان کشتی والوں کے ساتھ جا ملا (اور ایک خطرناک جگہ پر) یعنی پچھلے والوں میں جا بیٹھا۔ جہاں آپ کے پاؤں کو مچھلیاں چھو رہی تھیں (اور وہ خطرناک جگہ پر بیٹھنے کی وجہ سے) اپنے آپ کو ملامت کر رہا تھا (دل ہی دل میں کہ کچھ وقت پہلے آ جاتا تو اچھا ہوتا) اور اگر وہ تسبیح خوانوں میں سے نہ ہوتا تو وہ مچھلیوں کے پیٹ میں قیامت تک پڑا رہنے والا ہوتا اور وہیں سے وہ دوبارہ اٹھایا جاتا۔ پس اس طرح ہم نے اس کو ایک کھلے میدان میں اتار دیا جہاں وہ آزردہ حال اور دل برداشتہ تھا (کیونکہ کوئی اس کا واقف کار نہ تھا) اور ہم نے اس کے پہلو میں (قریب ہی) ایک بیل اگائی ہوئی تھی (کہ وہ آبادی کے آثار دیکھ لے) اور وہاں سے ہی ہم نے اس کو رسول بنا کر اس بستی کی طرف روانہ کردیا جس کی آبادی ایک لاکھ سے کچھ زیادہ نہ تھی (اور وہ بستی وہی نینوہ کی تھی اس لئے کہ وہ) ایمان لا چکے تھے اور ہم نے ان کو ایک وقت تک دنیوی فائدہ حاصل کرنے کی مہلت دے دی تھی۔ (الصّٰفّٰت ۳۷: ۱۴۰تا۱۴۸)

"اور" ذوالنون" (یعنی یونس علیہ السلام) جب وہ (نبوت سے پہلے) غصے کی حالت میں چلا گیا پس اس کو یقین تھا کہ ہم اس پر تنگی نہیں کریں گے پس (اس نے بھری ہوئی کشتی کے اندر ہی) شرک جیسے ظلم کے خلاف تقریر شروع کردی اور اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور تحمید و تمجید کو بیان کیا اور اپنے (انسانی) ظلم و زیادتیوں پر خوب روشنی ڈالی پس (اس طرح کے بیان سے) ہم

نے اس کی اس التجا کو شرف قبولیت بخشا اور اس کو اس غم کی (جگہ سے جو نہایت خطرناک تھی) نجات دے دی اور (وہ محفوظ جگہ کی طرف لایا گیا) ہم ایمان والوں کو اس طرح نجات دیا کرتے ہیں۔" (الانبیاء ۲۱: ۸۷-۸۸)

بات کیا تھی اور اس کو کیا بنا دیا گیا؟ قرآن کریم کے اشارات سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یونس علیہ السلام بنی اسرائیل میں سے ایک نبی و رسول تھے لیکن نبوت و رسالت کے عہدہ پر فائز ہونے سے پہلے ہی وہ اپنی قوم کے لوگوں کو توحید الٰہی کا درس دیتے اور ان کو برے کاموں سے روکتے تھے لیکن قوم کے لوگ ایسے تھے کہ وہ آپ کی باتوں پر مطلق کان نہ دھرتے تھے۔ اس طرح وہ قوم کے لوگوں سے دل برداشتہ ہو کر نکل کھڑے ہوئے کہ ایسے لوگوں کی رفاقت سے الگ تھلگ ہو جانا ان کے ساتھ رہنے سے بہتر ہے۔ اگرچہ کسی طرف جانے کا کوئی پختہ عزم موجود نہ تھا جب وہ دریائے فرات کے کنارہ پر پہنچے تو فرات پر کشتی نظر آئی تو خیال ہوا کہ اس پر سوار ہو کر دوسری طرف نکل جاؤں اس غرض سے بھاگ دوڑ کر کشتی کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ کشتی مسافروں سے بھری جا چکی ہے لیکن اس کے باوجود آپ بھی بھاگ دوڑ کر کشتی تک پہنچ گئے اور کشتی بانوں نے بھی اپنی عادت کے موافق انکار نہ کیا اور کشتی پر سوار ہونے کی دعوت دی۔ آپ علیہ السلام کشتی پر سوار ہونے والوں کے ساتھ شریک ہو گئے۔ اس طرح سوار تو ہو گئے لیکن بیٹھنے کی کوئی محفوظ جگہ آپ کو نہ مل سکی۔

کشتی کے کنارہ پر ایسی جگہ آپ پاؤں لٹکا کر بیٹھے کہ پاؤں پانی میں چلے گئے گویا کہ مچھلیاں پاؤں کو چھونے لگیں اور اس غیر محفوظ جگہ پر بیٹھ کر آپ کو خطرہ بھی محسوس ہوا کہ اگر ذرا دھکا چل ہوئی یا کشتی نے ہچکولا کھایا تو سیدھا سمندر میں پہنچ جاؤں گا جس کا حاصل کیا ہوگا، بات بالکل واضح ہے لیکن اس کے باوجود کہ آپ ایسی خطرناک جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے آپ علیہ السلام نے ہمت کی لوگوں کے اس جم گھٹے میں وعظ و تقریر شروع کر دی اور لوگوں کو "لا الٰہ الا اللہ" کے موضوع پر خوب درس دیا۔ لوگوں نے بھی آپ علیہ السلام کے وعظ سے متاثر ہو کر آپ علیہ السلام کو اس مقام سے اٹھا کر محفوظ مقام پر آنے کی دعوت دی تاکہ آپ علیہ السلام لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر اپنا بیان جاری رکھیں اور آپ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور آپ علیہ السلام نے تین موضوع پر خوب خوب روشنی ڈالی اور توحید الٰہی پر، اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور پاکیزگی پر اور انسان کے کفران نعمت پر۔ کشتی چلتی رہی اور کتنے نازک مراحل سے گزری لیکن آپ علیہ السلام کے وعظ دل نشین کا اثر یہ ہوا کہ لوگوں پر یہ سفر ذرا شاق نہ گزرا حتیٰ کہ دریا کا دوسرا کنارہ آ پہنچا لوگ اترنے لگے اور اس طرح آپ علیہ السلام بھی کشتی سے اتر گئے۔ سب لوگ اپنے اپنے مقام کی طرف چلے گئے لیکن

آپ علیہ السلام کا کوئی مقام تو موجود ہی نہ تھا آپ علیہ السلام اس میدان میں ٹھہر گئے اور کچھ وقت کے بعد کسی طرف کا رخ کر کے چل پڑے۔ اس طرح چلتے چلتے کسی ایسے مقام پر پہنچے کہ وہاں بیلیں وغیرہ نظر آنے لگیں گویا بیل کیا نظر آئی کہ آبادی کے آثار نظر آنے لگے۔ وہاں رک گئے اور ابھی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اللہ نے پیغام رسالت سے نوازا اور حکم دیا کہ آپ نے ان کو کہا تھا وہ ان کی ہمدردی تھی۔ آپ علیہ السلام پر ذمہ داری کا بوجھ نہیں رکھا گیا تھا لیکن اب یہ آپ علیہ السلام کی ذمہ داری ہے کہ آپ علیہ السلام ان کو ان کی ذمہ داری کا احساس دلائیں اور یہ بھی کہ ہم نے اس بستی والوں کے دل اب نرم کر دیے ہیں اور آپ علیہ السلام کے وہاں سے نکلنے کے بعد ان کی حالت پہلے سے بالکل مختلف ہو چکی ہے۔ آپ علیہ السلام وہاں جا کر اللہ کا پیغام پہنچائیں وہ یقیناً اس کو قبول کریں گے جہاں نہ ماننے والے رہیں گے وہاں ماننے والے بھی یقیناً موجود رہیں گے۔

اس طرح یونس علیہ السلام کو نبی بنا کر اللہ تعالیٰ نے انہی کی بستی کی طرف روانہ کر دیا اور اب یونس رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نینوی کی بستی کے لوگوں کے رسول قرار پائے اور آپ نے اپنی اس بستی میں دوبارہ جا کر توحید الٰہی کا اعلان فرمایا اور ایک وقت تک بستی والوں کو پیغام نبوت و رسالت پہنچاتے رہے۔ اس طرح یونس علیہ السلام کا بستی کو چھوڑ جانے کا واقعہ آپ کی نبوت کے پہلے کا قرار پاتا ہے اور نبوت سے پہلے کسی جگہ کو کسی وجہ سے چھوڑ جانا شرعی ہجرت نہیں کہلاتا اگرچہ اس کو عرف کے طور پر ہجرت کہا جائے۔ کوئی نبی و رسول جب نبی بنا دیا جائے تو بعد از اعلان نبوت حالات کی خرابی کے باعث اپنے علاقہ سے نکل کھڑا ہو؟ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک ہجرت کا حکم اس کو اللہ کی طرف سے نہ مل جائے وہ اس جگہ قتل تو ہو سکتا ہے لیکن ہجرت نہیں کر سکتا دوسری بات یہ ہے کہ کوئی نبی بھی اپنے علاقے سے بحکم الٰہی ہجرت کر جائے تو پھر حالات چاہے درست ہو جائیں اور لوگوں کی اکثریت بھی مسلمان و فرمانبردار ہو جائے۔۔ کوئی نبی اس مقام کی طرف لوٹ کر جہاں سے اس نے ہجرت کی تھی رہائش پذیر نہیں ہوتا اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کے واضح ارشادات موجود ہیں جیسا کہ آپ ان آیات کریمات کی تفسیر میں پڑھیں گے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ ہمارے مفسرین نے بائبل کا بیان جب پڑھا تو اس سے جو تفہیم ہوتی تھی اس کو اپنی تفاسیر میں بطور تفسیر بھر دیا اور وہ ہمارے ذہنوں میں اس طرح پیوست ہو گیا کہ اب جو بات اس کے مطابق نہ ہوئی اس کے مانتے ہی سے ہم نے انکار کرنا شروع کر دیا۔ ہم نے کسی بھی نبی و رسول کی نبوت و رسالت کا لحاظ نہ کیا بلکہ ہمیشہ مفسرین کی تفسیر کو پیش نظر رکھا اور ان کا وہ احترام کیا جو احترام نبوت و